تفسیر نور العرفان (قسط ۱۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب سورت نحل (۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ گھوڑا حرام ہے، کیونکہ رب تعالیٰ نے اسے گدھے اور خچر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص426)

اس آیت کریمہ سے گھوڑے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اسے خچر اور گدھے کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کہ ان پر سواری کی جاتی ہے۔

❁ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

نَحَرْنَا فَرَسًا عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَاهُ.

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑا ذبح کیا اور اسے کھایا۔''

(صحيح البخاري : 5519، صحيح مسلم : 1942)

❁ سنن النسائی (۴۴۲۶، وسندہ صحیح) میں ہے:

نَحْنُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَكَلْنَاهُ.

''ہم مدینہ میں تھے، ہم نے گھوڑا کھایا۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ أَدَلُّ وَأَقْوٰى وَأَثْبَتُ، وَإِلٰى ذٰلِكَ صَارَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ؛

مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَأَصْحَابُهُمْ، وَأَكْثَرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ روایت واضح دلیل، زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے، جمہور علمائے کرام، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب ﷭، نیز اکثر سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 559/4)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ ﷠ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَأَذِنَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ .

''رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت فرمائی۔''

(صحيح البخاري : 5520، صحيح مسلم : 1941)

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صوفیا کے نزدیک شریعت ایمانی کھیتی ہے، جس سے ایمانی زندگی قائم ہے۔ شرعی اعمال اس کھیت کے غلے اور دانے ہیں۔ طریقت ایمانی باغ ہے اور طریقت کے اعمال چلے وغیرہ اس باغ کے لذیذ میوے۔ یہ سب کچھ قرآن شریف سے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص 427)

❁ مزید لکھتے ہیں:

''صوفیا کے نزدیک طریقت سمندر ہے، شریعت کشتی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص427)

صوفیا کی گمراہ کن اصطلاحات ثابت کرنے کے لیے عجیب وغریب مثالیں پیش کی گئیں ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک اعمال ایمان کا جزو ہیں۔ اہل حق کے نزدیک شریعت کے علاوہ کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ طریقت صوفیا کی بدعت ہے، جو اہل سنت سے منحرف ہیں۔

③ مفتی صاحب سورت نحل (۲۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے مشرکین عرب کے بت مراد ہیں، یعنی درخت، پتھر وغیرہ۔ حضرت عیسیٰ وعزیر علیہما السلام کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے مراتب عالی کا دوسری آیات میں ذکر ہے، بلکہ فرشتے بھی اس آیت سے خارج ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص428)

مشرکین اپنے بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں، جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ان میں اپنے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں، یا ان کو اللہ کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں۔ جس طرح قبر پرست قبر کی پوجا نہیں کرتے، بلکہ اس میں مدفون ہستی کی پوجا کرتے ہیں، اسی طرح مشرکین بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے، بلکہ ان ہستیوں کی پوجا کرتے تھے، جن کی شکل پر بت گھڑ رکھے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جن جن کی تم اللہ کے سوا پکار کرتے ہو، وہ ذرہ بھی پیدا نہیں کر سکتے، وہ خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں، زندہ نہیں، انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ وہ قبروں سے کب اُٹھائے جائیں گے۔'' اتنی بے بسی کے باوجود وہ تمہارے دستگیر، غوث، داتا، مشکل کشا، حاجت روا اور فریادرس کیسے بن گئے؟ جنہیں اپنی خبر نہیں، وہ تمہارے احوال سے واقف

کیسے؟ یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مردہ ہیں، زندہ نہیں، انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ لوگ کب قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟

مطلب یہ ہے کہ بت اور جن کی عقیدت ومحبت میں بت تراش لیے ہیں، دونوں کی حالت ایک جیسی ہے، کہ دونوں میں تمہارے حال کا شعور وادراک نہیں، نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، تو اس کے باوجود ان کی پکار کیوں کرتے ہو؟

④ مفتی صاحب سورت نحل (۱۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''رب کا یہ کلام کفار پر عتاب کے لیے ہوگا اور ان کے بتوں کو اپنا شریک فرمانا ان پر غضب کے لیے، یعنی جن بتوں میرا شریک کہتے تھے، بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ اس آیت میں انبیا واولیا داخل نہیں، کہ کوئی مسلمان انہیں خدا کا شریک نہیں مانتا اور وہ اپنے غلاموں کی امداد رب کے حکم سے ضرور کریں گے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص429)

کوئی مسلمان انبیا واولیا کو خدا کا شریک نہیں مانتا۔ یہ بات درست ہے، مگر مشرکین انبیا واولیا کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ قرآن کریم میں مطلق طور پر شریکوں کی بات ہوئی ہے، جو جس کو شریک ٹھہراتا تھا، وہ اس کا الٰہ ہے، خواہ اسے اللہ تعالیٰ کا شریک مانے یا نہ مانے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ (الأنبياء: ٢٤)

''کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا لیے ہیں، ان سے کہہ دیجئے کہ دلیل لاؤ؟''

کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی سے باسند صحیح ثابت نہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے بعد از وفات مدد طلب کی ہو، یا آپ کی پکار کی ہو، یا آپ سے دعا کی ہو، یا اللہ کے ہاں آپ

کوسفارشی بنایا ہو۔

اسلاف پرستی ہی دراصل اصنام پرستی ہے۔ دنیا میں شرک اولیاء وصلحاء کی محبت و تعظیم میں غلو کے باعث پھیلا۔

❁ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ وَضَعُوا هٰذِهِ الْأَصْنَامَ وَالْأَوْثَانَ عَلٰى صُوَرِ أَنْبِيَائِهِمْ وَأَكَابِرِهِمْ، وَزَعَمُوا أَنَّهُمْ مَتَى اشْتَغَلُوا بِعِبَادَةِ هٰذِهِ التَّمَاثِيلِ، فَإِنَّ أُولَئِكَ الْأَكَابِرَ تَكُونُ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَنَظِيرُهُ فِي هٰذَا الزَّمَانِ اشْتِغَالُ كَثِيرٍ مِنَ الْخَلْقِ بِتَعْظِيمِ قُبُورِ الْأَكَابِرِ، عَلَى اعْتِقَادِ أَنَّهُمْ إِذَا عَظَّمُوا قُبُورَهُمْ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ.

''مشرکین نے اپنے انبیائے کرام اور اکابر کی شکل وصورت پر بت اور مُورتیاں بنالی تھیں۔ان کا اعتقاد تھا کہ جب وہ ان مُورتیوں کی عبادت کرتے ہیں تو یہ اکابر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کرتے ہیں۔اس دور میں اس شرک کی صورت یہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اکابر کی قبروں کی تعظیم میں مصروف ہیں۔ان کا اعتقاد ہے کہ اکابر کی قبروں کی تعظیم کرنے کی وجہ سے وہ اکابر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی بنیں گے۔''

(تفسير الرّازي: 227/17)

قرآن وحدیث میں قبر پرستی کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔اس کے برعکس قبر پرستی کی واضح مذمت موجود ہے۔ یہ قبوری فتنہ شرک کی تمام صورتوں اور حالتوں پر حاوی ہے۔

غیر اللہ سے استمداد، استعانت اور استغاثہ مخلوق کے نام پر نذر و نیاز اور اس سے امیدیں وابستہ کرنا قبر پرستی کا ہی شاخسانہ ہے۔

❀ قرآنِ کریم نے اہل فکر و نظر کو ان الفاظ میں دعوتِ توحید دی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۞ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ﴾

(سبأ : ۲۲۔۲۳)

”(اے نبی) کہہ دیجیے! تم ان لوگوں کو پکارو جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو۔ وہ تو آسمان و زمین میں ایک ذرے کے بھی مالک نہیں، نہ ان کا آسمان و زمین میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون ہے نہ اللہ کے ہاں کوئی سفارش فائدہ دیتی ہے، ہاں جس شخص کے لیے وہ خود اجازت دے۔“

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”آپ غور کریں کہ اس آیت نے مشرکین کا کس طرح ناطقہ بند کیا ہے۔ ان کے شرک میں داخل ہونے کے دروازوں کو کس قدر پختگی اور عمدگی سے بند کیا ہے۔ کوئی عبادت کرنے والا اپنے معبود سے اسی لیے تعلق رکھتا ہے کہ اسے اس سے کسی فائدے کی امید ہوتی ہے۔ اگر معبود سے کسی فائدے کی توقع نہ ہو تو عبادت کرنے والے کا دل معبود سے نہیں لگتا۔ تب ضروری ہے کہ معبود یا تو ان اسباب کا مالک ہو جن سے عبادت گزار کو فائدہ ہو یا معبود ان اسباب کے مالک کا ساجھی اور حصہ دار ہو یا اس کا معاون یا وزیر و مشیر ہو یا مالکِ اسباب کی

نظر میں اس قدر جاہ وجلال کا حامل ہو کہ وہ اس کی سفارش کو ردّ نہ کر سکے۔ جب یہ چاروں اُمور ہر طرح سے باطل ہیں تو شرک کے اسباب کی بھی نفی ہو گئی اور اس کی بنیادیں اُکھڑ گئیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشرکین کے معبودوں کے بارے میں آسمان وزمین کے ایک ذرے کے مالک ہونے کی بھی نفی کر دی ہے۔ بسا اوقات مشرک کہہ دیتا ہے کہ یہ معبودان مالکِ حقیقی کے ساجھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حصہ دار ہونے کی نفی کر دی۔ پھر مشرک کہہ دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاون، وزیر یا دستِ راست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے اس کا کوئی بھی معاون نہیں۔ اب صرف شفارش کی بات رہ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے معبودوں سے اس کی بھی نفی کر دی اور فرمایا کہ اس کے دربار میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔''

(الصّواعق المُرسلة : 461/2)

جو لوگ اہل قبور کو نفع ونقصان، عزت ودولت، حیات وموت، صحت ومرض اور فراخی وتنگی کا مالک سمجھتے ہیں ان کے ردّ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''(قبر پرستی کے) جو اکثر فائدے ذکر کیے جاتے ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ قبروں وغیرہ کے پاس جا کر کثرت سے دُعا کرتے ہیں۔ بس کبھی کبھار وہ دعا (اللہ کی طرف سے) قبول ہو جاتی ہے۔ اور کوئی مشرک بہت سی دُعائیں کرتا ہے لیکن اُن میں سے کوئی ایک دُعا قبول ہوتی ہے۔ پھر بہت سے مشرک لوگ دُعا کرتے ہیں تو ان میں سے کبھی کسی ایک کی اور کبھی کسی ایک کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ یہ کیفیت ان لوگوں کو کہاں لاحق ہوتی ہے جو سحری

کے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے سجدوں میں، اپنی نمازوں کے آخر میں اور مساجد میں پکارتے ہیں ۔ یہ موحد لوگ جب ان قبر پرستوں کی طرح گڑگڑا کر دُعا کریں تو ممکن نہیں کہ ان کی کوئی دُعا ردّ ہو جائے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جب موحد لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تو ان کی دُعا بہت کم ردّ ہوتی ہے، جبکہ قبر پرستوں کی دُعا قبول ہی بہت کم ہوتی ہے ۔ موحدین کی دُعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''کوئی بھی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک عطا فرما دیتا ہے ۔ یا تو اس کی دُعا فوراً قبول کر لیتا ہے یا اس دُعا کی مثل کوئی اور بھلائی اسے عطا فرما دیتا ہے یا اس سے کوئی ایسا ہی نقصان دُور کر دیتا ہے ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ بات ہے تو پھر ہم بہت زیادہ دُعائیں کریں گے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا فرمانے والا ہے ۔'' (مصنّف عبد الرّزاق : ٢٢/٦، الرّقم : ٢٩١٧٠، مسند أبي يعلٰى : ٢٩٧/٢، ح : ١٠١٩، مسند الإمام أحمد : ١٨/٣، الأدب المفرد للبخاري : ٧١٠، وصحّح إسناده الحاكم (١٨١٦)، وسندهٗ حسنٌ) **موحد** لوگ اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ بہتری میں رہتے ہیں ۔ اس کے برعکس قبر پرست لوگوں کی جب کبھی کبھار کوئی دُعا قبول ہو جاتی ہے تو ان کی توحید کمزور ہو جاتی ہے، اپنے ربّ سے ناطہ و تعلق کم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں ایمان کی وہ حلاوت اور ذائقہ محسوس نہیں کرتے جو پہلے مسلمان محسوس کرتے تھے ۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم : 689/2)

قبر پرستی ایک بے دلیل عمل:

بعض الناس جو معاملہ اپنے بزرگوں کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں، سلف صالحین اس سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ کیسا دین ہے، جس سے سلفِ امت غافل رہے ہوں؟

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هَلْ يُمْكِنُ لِبَشَرٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَنْ يَأْتِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِنَقْلٍ صَحِيحٍ أَوْ حَسَنٍ أَوْ ضَعِيفٍ أَوْ مُنْقَطِعٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا كَانَ لَهُمْ حَاجَةٌ قَصَدُوا الْقُبُورَ فَدَعَوْا عِنْدَهَا، وَتَمَسَّحُوا بِهَا فَضْلًا أَنْ يُصَلُّوا عِنْدَهَا أَوْ يَسْأَلُوا اللّٰهَ بِأَصْحَابِهَا أَوْ يَسْأَلُوهُمْ حَوَائِجَهُمْ، فَلْيُوَقِّفُونَا عَلٰى أَثَرٍ وَّاحِدٍ أَوْ حَرْفٍ وَّاحِدٍ فِي ذٰلِكَ.

''کیا روئے زمین پر کسی انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ سلف صالحین میں سے کسی ایک سے کوئی ایک صحیح یا حسن یا ضعیف یا منقطع روایت بیان کرے کہ جب ان کو کوئی ضرورت ہوتی تھی تو وہ قبروں کی طرف جاتے اور ان کے پاس دُعا کرتے اور ان سے لپٹتے ہوں۔ ان سے قبروں کے پاس نماز پڑھنے، اہل قبور کے طفیل اللہ سے دُعا مانگنے یا اہل قبور سے اپنی حاجت روائی کی التجا کرنے کا ثبوت تو دُور کی بات ہے۔ مشرکین ہمیں کوئی ایک ایسی روایت یا اس بارے میں کوئی ایک لفظ دکھا دیں۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصاید الشّیطان : 318/1)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی قبروں کی ایک بہت بڑی تعداد شہروں میں تھی۔ ان قبروں کے پاس تابعین اور ان کے بعد والے ائمہ دین رہتے تھے لیکن انہوں نے کبھی کسی صحابی کی قبر کے پاس آ کر مدد طلب نہیں کی اور نہ قبروں کے پاس اللہ سے بارش طلب کی نہ ان کے طفیل ایسا کیا، نہ ان قبروں کے پاس مدد طلب کی نہ ان کے طفیل ایسا کیا۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ ایسے واقعات اگر رونما ہوں تو ان کو نقل کرنے کے اسباب و وسائل بہت زیادہ ہوتے ہیں بلکہ اس سے کم درجے کے واقعات بھی نقل ہوتے رہتے ہیں۔ جو شخص آثارِ سلف کی کتب کا غور سے مطالعہ کر کے سلف صالحین کے حالات کو پہچان لے گا اسے قطعی طور پر یقین ہو جائے گا کہ وہ لوگ قبروں کے پاس نہ مدد طلب کرتے تھے نہ کبھی (اپنے لیے) دُعا کرنے کے لیے وہاں جاتے تھے بلکہ اس دور کے جو جاہل لوگ ایسا کرتے تھے اسلاف انہیں اس سے منع کرتے تھے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم: ٦٨١/٢)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَصْلُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ مِنَ الْمُغَالَاةِ فِي الْقُبُورِ وَأَصْحَابِهَا، وَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَسْوِيَةِ الْقُبُورِ وَطَمْسِهَا، وَالْمُغَالَاةُ فِي الْبَشَرِ حَرَامٌ.

''بتوں کی عبادت کا اصل سبب قبور اور اصحابِ قبور کے بارے میں غلو کا شکار ہونا تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے اور (اونچی قبروں کو) مٹانے کا

حکم دیا ہے۔ بشر کے بارے میں غلو کرنا حرام ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 172/14)

دنیا میں شرک اولیاء وصلحاء کی محبت وتعظیم میں غلو کے باعث ہی پھیلا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ الشِّرْكِ فِي الْعَالَمِ كَانَ مِنْ عِبَادَةِ الْبَشَرِ الصَّالِحِينَ وَعِبَادَةِ تَمَاثِيلِهِمْ وَهُمُ الْمَقْصُودُونَ، وَمِنَ الشِّرْكِ مَا كَانَ أَصْلُهُ عِبَادَةَ الْكَوَاكِبِ؛ إِمَّا الشَّمْسُ وَإِمَّا الْقَمَرُ وَإِمَّا غَيْرُهُمَا، وَصَوَّرَتِ الْأَصْنَامُ طَلَاسِمَ لِتِلْكَ الْكَوَاكِبِ، وَشِرْكُ قَوْمِ إِبْرَاهِيمَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، كَانَ مِنْ هٰذَا أَوْ كَانَ بَعْضُهُ مِنْ هٰذَا، وَمِنَ الشِّرْكِ مَا كَانَ أَصْلُهُ عِبَادَةَ الْمَلَائِكَةِ أَوِ الْجِنِّ، وُضِعَتِ الْأَصْنَامُ لِأَجْلِهِمْ، وَإِلَّا فَنَفْسُ الْأَصْنَامِ الْجَمَادِيَّةِ لَمْ تُعْبَدْ لِذَاتِهَا، بَلْ لِأَسْبَابٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ، وَشِرْكُ الْعَرَبِ كَانَ أَعْظَمُهُ الْأَوَّلَ، وَكَانَ فِيهِ مِنَ الْجَمِيعِ.

''دنیا میں شرک کی بنیاد نیک بندوں کی عبادت تھی، نیز ان کی مورتیوں کو بھی پوجا جاتا تھا، لیکن مقصود وہی لوگ تھے۔ شرک کی ایک قسم وہ بھی تھی، جس کی بنیاد ستاروں کی پرستش پر تھی۔ وہ سورج ہو یا چاند یا کوئی اور ستارے، بتوں نے انہی ستاروں کی طلسمی تصویر پیش کی تھی۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا شرک پورا کا پورا یہی تھا یا کچھ نہ کچھ اسی پر مبنی تھا۔ شرک کی ایک اور قسم ہے، جس کی بنیاد

فرشتوں یا جنوں کی عبادت پر ہے۔فرشتوں اور جنوں کی یاد میں بت تراشے گئے ہیں، ورنہ بے جان بتوں کی عبادت محض انہی کے لیے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ ان کی عبادت کے پیچھے مذکورہ اسباب اس کے متقاضی تھے۔عربوں کے شرک کا بڑا حصہ پہلی قسم کے شرک سے تھا،البتہ اُن میں سب طرح کا شرک پایا جاتا تھا۔''

(مَجموع الفَتاویٰ : 460/17)

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو بلا دلیل شرعی ہر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں، دلیر ہیں، کہتے ہیں کہ گیارہویں شریف حرام،میلا دشریف حرام وغیرہ۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص431)

واضح رہے کہ دینی امر کا حکم من جانب اللہ ہونا ضروری ہے،کوئی بھی کام دین سمجھ کر اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جاسکتا، جب تک اللہ اجازت نہ دے۔نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے ،تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا،آپ نے اس سے منع کر دیا،صحابہ آپ کے حکم کی تکمیل وتعمیل میں اس سے رک گئے،لیکن پھل بہت کم آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی،تو فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ .

''یقیناً میں بشر ہوں، جب آپ کو کوئی دینی حکم دوں،تو اس پر(سختی سے)عمل پیرا ہو جائیں اور جب(دنیاوی امور کا)اپنی رائے سے حکم دوں،تو میں بشر ہوں۔''

(صحیح مسلم : 2362)

❁ نیز فرمایا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ. ''دنیاوی امور کو آپ بہتر جانتے ہیں۔''

(صحیح مسلم: 2363)

❁ مزید فرمایا:

إِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

''یہ میرا گمان تھا، اس کی بنا پر میرا مواخذہ نہ کیجئے، لیکن جب اللہ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا، کیوں کہ میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔''

(صحیح مسلم: 2361)

ان احادیث مبارکہ سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی کاموں میں جب تک ممانعت وارد نہ ہو سرانجام دیئے جا سکتے ہیں، لیکن دین کے کاموں میں اللہ کا حکم ضروری ہے، جب تک شرعی دلیل نہ ملے، وہ کام کرنا ممنوع ہے۔

گیارہویں شریف اور میلاد پر کوئی دلیل شرعی نہیں، اگر کوئی دلیل ہوتی، تو سلف صالحین انہیں سرانجام دینے میں پیش پیش ہوتے، لہٰذا یہ دونوں کام بدعت ہیں۔

٦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ مصیبت میں طبیب یا حاکم یا نبی یا پیر کے پاس دعا یا دوا یا فریاد کے لیے جانا، اس کے خلاف نہیں کہ یہ مدد الٰہی کے مظہر ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص434)

طبیب اور حاکم کے پاس جانے سے کون روکتا ہے؟ نبی یا پیر کے پاس دعا کے لیے جانا جائز نہیں، کوئی صحابی، تابعی، تبع تابعی اور اسلاف امت میں سے کوئی فرد بشر نبی کریم ﷺ کی قبر پر دعا یا فریاد کے لیے حاضر نہیں ہوا۔ اگر قبر رسول پر صحابہ نہیں جاتے تھے، تو اور کون ہے، جس کی قبر پر جانا جائز ہو؟ پیر صاحب زندہ ہیں اور موحد ہیں، تو ان سے دعا کروالیں، مرنے کے بعد انہیں کیا خبر کہ ہماری قبر پر کون آیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ! إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جب قحط پڑ جاتا، تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔ دعا یوں کرتے: اللہ! ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی دعا کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے، اب ہم آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ لائے ہیں، تو ہمیں بارش عطا فرما۔ بارش ہو جاتی تھی۔''

(صحيح البخاري: 1010)

معلوم ہوا کہ زندہ کی دعا کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کے بجائے آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس دعا کی غرض سے حاضر ہوئے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کا کوئی مظہر نہیں بنایا۔ جب نبی کریم ﷺ مدد الٰہی کے مظہر نہیں، تو اور کون ہو سکتا ہے؟

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مسلمان اپنی کمائی سے کچھ حصہ فقرا، مساکین، بزرگوں کی فاتحہ کے لیے مقرر کردے، تو مباح ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص434)

بزرگوں کی فاتحہ کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ یہ بدعت ہے، بعد کی ایجاد ہے۔ اسلاف امت اس سے ناواقف تھے۔ وہ کیسا دین ہے، جو صدیوں بعد متعارف ہوا ہو؟

⑧ مفتی صاحب سورت نحل (۵۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''اپنی کمائی میں سے بتوں کا حصہ نکالنا گناہ ہے، کہ ان کی اُلوہیت غیر معلوم ہے، مگر اولیاء اللہ کے نام کا کچھ نکالنا حلال، کہ ان کی ولایت قرآن وحدیث سے معلوم ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص434)

غیر اللہ کے لیے مال سے حصہ نکالنا حرام ہے، خواہ بتوں کے نام پر ہو، یا اولیاء اللہ کے نام پر۔ دونوں کو یہ استحقاق حاصل نہیں۔ یہ مشرکین مکہ کی روش ہے۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ﴾ (النّحل: ٥٦)

''وہ اللہ کے دیئے گئے رزق سے ان (معبودانِ باطلہ) کا حصہ مقرر کرتے ہیں، جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔ اللہ کی قسم! تم سے تمہارے جھوٹوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔''

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُخْبِرُ تَعَالٰى عَنْ قَبَائِحِ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ عَبَدُوا مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ، وَالْأَوْثَانِ، وَالْأَنْدَادِ، وَجَعَلُوا لَهَا نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ، فَقَالُوا : ﴿هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ﴾، بِغَيْرِ عِلْمٍ﴿وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ﴾(الأنعام : ١٣٦)، أَيْ جَعَلُوا لِآلِهَتِهِمْ نَصِيبًا مَّعَ اللّٰهِ، وَفَضَّلُوهُمْ أَيْضًا عَلٰى جَانِبِهٖ، فَأَقْسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِنَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ، لَيَسْأَلَنَّهُمْ عَنْ ذٰلِكَ الَّذِي افْتَرَوْهُ، وَائْتَفَكُوهُ، وَلَيُقَابِلَنَّهُمْ عَلَيْهِ، وَلَيُجَازِيَنَّهُمْ أَوْفَرَ الْجَزَاءِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَقَالَ : ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾(النّحل : ٥٦) .

''اللہ تعالیٰ مشرکین کی بدکاریوں کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، جنہوں نے اس کے سوا اور معبودوں کی عبادت شروع کر رکھی تھی اور انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے ان معبودوں کے لیے حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے خیال میں کہتے تھے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ وہ لاعلمی میں یہ کہتے تھے کہ جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حق پر حاوی بھی کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کی قسم اٹھائی اور

فرمایا کہ انہوں نے جو افترا پردازیاں کی ہیں اور جھوٹ باندھے ہیں، ان کے بارے میں وہ ضرور ان سے پوچھے گا اور انہیں ضرور اس جرم کی سزا اور جہنم میں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْاَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾ (النحل: ۵٦) (اللہ کی قسم! تم جو جھوٹ باندھتے تھے، اس کے بارے میں تم سے ضرور سوال ہوگا)۔''

(تفسیر ابن کثیر: 45/4)

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''شہد کی مکھی کی بیع (خرید وفروخت) امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں، مگر شہد کے تابع ہو کر۔''

(تفسیر نور العرفان، ص436)

شہد کی مکھی کی خرید وفروخت جائز ہے۔ شریعت نے اس کی مکھی کی بیع سے منع نہیں کیا، اس سے شہد کی صورت میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، لہٰذا اس کی بیع بھی جائز ہے۔ قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن کا بھی یہی قول ہے۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مثنوی شریف میں فرمایا کہ شہد کی مکھی چمن سے پھولوں کا رس چوس کر حضور پر درود شریف پڑھتی ہوئی آتی ہے، اس کی برکت سے شہد میں شفا ہے، کیونکہ درود شریف شفا ہے۔ یہ درود شریف قدرتی طور پر اس مکھی کو سکھایا گیا ہے۔ اس درود شریف کی مٹھاس اس شہد میں ہے، تو جیسے درود شریف کی برکت سے پھولوں کے پھیکے رس میٹھے بن جاتے ہیں، ان شاء اللہ درود شریف کی برکت

سے ہماری پھیکی عبادات میں مقبولیت کی شیرینی آوے گی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص437)

یہ محض تکلف ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک اگر کوئی پہلے تشہد میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ دے، تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، ان لوگوں کے نزدیک آخری تشہد میں درود ضروری نہیں، یہ لوگ نماز جنازہ میں مسنون و ماثور درود کے الفاظ کی بجائے غیر ثابت الفاظ پڑھتے ہیں۔

جبکہ یہاں شہد کی مکھی کے متعلق عجیب وغریب باتیں ذکر کر دی ہیں۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''رب اپنے مقبول بندوں کو اپنے فضل سے خدائی کا مالک بنا دیتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص437)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو اپنی خدائی کا مالک نہیں بنایا۔ قرآن وحدیث میں ایسا کچھ نہیں۔ نہ ہی اللہ نے اس پر کوئی برہان اُتاری ہے۔ جو اپنی موت وحیات کا مالک نہ ہو، منوں مٹی نیچے مدفون ہو، سنتا بھی نہ ہو، دیکھتا بھی نہ ہو، علم وادراک بھی نہ رکھتا ہو، بھلا وہ خدائی کا مالک کیسے؟

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی تو مولیٰ کے مولیٰ ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص438)

نبی کسی مولیٰ کے مولیٰ (مالک وکارساز) نہیں۔ مملوک کا مولیٰ (مالک وکارساز) صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق ومملوک کا کوئی مولیٰ (مالک وکارساز) نہیں بنایا۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیا، اولیا کے غیبی علوم رب کے علم کے خلاف نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص438)

اگر غیبی علوم سے مراد وحی ہے، تو یہ بات درست ہے، اگر وحی کے علاوہ کوئی علم کی بات ہے، تو یہ درست نہیں۔ بعض لوگ ذاتی اور عطائی علم غیب کی تقسیم کرتے ہوئے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں، کیونکہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

⑭ مفتی صاحب سورت نحل (۷۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ عام انسانوں کا حال ہے، اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیحدہ ہیں، کیونکہ یہ حضرات سیکھے سکھائے عارف باللہ ہوتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا: ﴿إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ﴾ غرضیکہ یہ قانون ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص439)

یہ غلو ہے اور قرآن وسنت کی نصوص کے مخالف ہے۔ غلو انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ شکم مادر سے سیکھ کر کوئی بھی نہیں آتا، نہ کوئی نبی، نہ اُمتی۔ عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا معجزہ تھا۔ معجزہ عام قانون نہیں ہوتا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (الشورٰی: ۵۲)

''آپ لکھنا جانتے تھے، نہ ایمان سے واقف تھے، ہم نے اپنے حکم سے آپ

کی طرف روح القدس جبریل امین کو (وحی دے کر) بھیجا، ہم نے اس وحی کو اپنے چنیدہ بندوں کے لیے راہ ہدایت بنا دیا اور آپ کو جادۂ مستقیم کا داعی بنا دیا۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (النّساء: ۱۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا، جو آپ پہلے جانتے نہیں تھے، آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ (العنكبوت: ٤٨)

''نزول قرآن سے قبل آپ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ، (کیوں کہ اگر ایسا ہوتا، تب تو) باطل لوگ شک کا شکار ہوتے۔''

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ سوائے سور اور انسان کے، باقی تمام جانوروں کے بال وکھال یا ذبح کر لینے سے یا پکا لینے سے پاک ہو جاتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص439)

وہ جانور، جن کا کھانا حلال ہے، ان کے علاوہ کسی جانور کی کھال یا بال دباغت دینے، ذبح کر لینے یا پکا لینے سے پاک نہیں ہو جاتے۔

❁ سیدنا اسامہ بن عمیر ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ .

''رسول اللہ ﷺ نے درندوں کے چمڑے کو بچھونا بنانے سے منع کیا ہے (ان پر بیٹھا نہ جائے۔)''

(مسند الإمام أحمد : 75,74/5، سنن أبي داوٗد : 4132، سنن النّسائي : 4258، سنن التّرمذي : 1770، المُعجم الكبير للطّبراني :192/1، ح : 509، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۷۵) نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۴۸) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔سنن کبریٰ بیہقی (۱/۲۱) میں اس کا بسند ''حسن'' شاہد بھی ہے۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرات اولیا وانبیا کرام مخلوق کو اپنے سایہ میں رکھتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص439)

یہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں غلو ہے۔کوئی کسی کو سایہ میں نہیں رکھتا۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں۔

⑰ مفتی صاحب سورت نحل (۸۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''بعض علما نے فرمایا کہ یہاں اللہ کی نعمت سے مراد حضور ﷺ ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص440)

نعمت اللہ سے ہر نعمت مراد ہے۔لہٰذا آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ مشرکین یہ جاننے کے بعد بھی کہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، ان کی نسبت غیر اللہ کی طرف کر دیتے ہیں۔

یا ان کی عطا میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے تھے۔ یا یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ نعمتیں ہمارے شریکوں کی شفاعت سے حاصل ہوئی ہیں۔

⑱ مفتی صاحب سورت نحل (۸۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر اُمت کے ہر فرد بشر کے ہر حال کا مشاہدہ فرما چکے ہیں، کیونکہ حضور کی یہ گواہی محض سنی سنائی نہ ہوگی، کیونکہ یہ گواہی پر گواہی ہے، جو دیکھی ہوئی ہونی چاہیے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص441)

نبی کریم ﷺ پہلی اُمتوں پر گواہ ہوں گے، یہ گواہی وحی کی بنا پر ہوگی، نہ کہ نبی ﷺ نفس نفیس ان اُمتوں میں موجود ہونے کی صورت میں گواہ ہوں گے۔

اُمت محمدیہ بھی پہلی اُمتوں پر گواہ ہے، یہ گواہی بھی قرآن وحدیث کی بنیاد پر ہوگی۔ یہ اُمت کہے گی: اللہ! ہم نے قرآن وحدیث سے جان لیا تھا کہ ان میں نبی مبعوث ہوئے اور انہوں نے اس پر ایمان نہیں لایا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾(البقرة : ١٤٣)

''ہم نے تمہیں وسط اُمت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن سکو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔''

کیا کوئی اس آیت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ اُمت محمدیہ کا ہر ہر فرد سابقہ اُمتوں کے ہر فرد کے ہر عمل کا مشاہدہ کر رہا ہے؟

یاد رہے کہ یہ گواہی ان کے ہر ہر عمل پر نہ ہوگی، بلکہ ان کے انکار کے خلاف گواہی ہو

گی۔ نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کے افراد کے اعمال پر بھی واقف نہیں۔

❁ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُونِي، فَأَقُولُ : يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي، فَيُقَالُ : هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ، وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ .

''میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کروں گا، دیکھوں گا کہ کون میرے پاس آتا ہے۔ وہاں کچھ لوگوں کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا، میں عرض کروں گا: میرے رب! یہ میرے اپنے ہیں، یہ میرے امتی ہیں، چنانچہ مجھ سے کہا جائے گا: آپ ان کے کارناموں سے واقف ہیں؟ واللہ! یہ لوگ تاحیات گمراہی کے رسیا رہے۔''

(صحيح البخاري : 6593، صحيح مسلم : 2293)

❁ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا وَإِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، وَأُكَاثِرُ بِكُمُ الْأُمَمَ، فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِي، أَلَا وَإِنِّي مُسْتَنْقِذٌ أُنَاسًا، وَمُسْتَنْقَذٌ مِنِّي أُنَاسٌ، فَأَقُولُ : يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي؟ فَيَقُولُ : إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ .

''سنو! میں حوض (کوثر) پر آپ کا پیش رو ہوں گا اور آپ کی کثرت میرے لئے دوسری امتوں پر وجہ تفاخر ہوگی۔ مجھے (روز قیامت) شرمندہ نہ کر دینا، سنو! میں کچھ افراد کو (جہنم سے) چھڑاؤں گا اور کچھ افراد مجھ سے چھین لیے جائیں گے (اور جہنم رسید کر دیئے جائیں گے) میں کہوں گا: یا الہا! میرے ساتھی؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، آپ کو معلوم نہیں، انہوں نے آپ کے بعد کیا

کیا بدعات جاری کیں؟''

(سنن ابن ماجه : 3057، وسندهٗ حسنٌ، وأخرجه مسدّد في مسنده كما في مِصباح الزّجاجة : 207/3، وأحمد : 412/5، والنّسائي (الكبرٰى : 4099)، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(مِصباح الزّجاجة : 207/3)

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ تو فورا فرمایا: ہاں، عمر کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور زمین پر تو سارے اُمتیوں کے نیک اعمال کی گنتی جانتے ہیں اور آسمانوں کے تمام چھوٹے بڑے تاروں کے شمار سے واقف ہیں۔ برابری وہی بتا سکتا ہے، جو دونوں کی تعداد جانے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص441)

یہ روایت تاریخ بغداد (۷/ ۱۳۵) میں موجود ہے۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ ابو القاسم بر یہ بن محمد بن بر یہ ''وضاع'' ہے، نیز زہری کا عنعنہ ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اسے من گھڑت اور باطل قرار دیا ہے۔ (اللآلی ءالمصنوعہ للسیوطی: ۱/ ۳۰۴)

جب روایت ہی جھوٹی ہے، تو اس پر جس عقیدے کی بنیاد ڈالی جائے گی، وہ کیونکر جھوٹا نہ ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمتیوں کے اعمال سے واقف ہیں، اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀